لیکن مصنف شاہ محمد غوث کے صاحبزادے شاہ ضیاء اللہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابوالفضل کے کہنے سے اکبر نے چاہا کہ جہانگیر کو پیدا ہونے کے بعد شاہ صاحب کی مجلس میں رکھا جائے تو خیر و برکت کا باعث ہوگا" اس پر وہ رنجیدہ ہوئے اس بارے میں مصنف لکھتے ہیں۔

"شاہ ضیاء اللہ کے کبیدہ خاطر ہونے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی، سوائے اس کے جہانگیر کی ماں چونکہ ہندو تھی اور شاہ صاحب نہیں چاہتے ہوں گے کہ ایک ہندو عورت ان کے مکان میں رہے، انہوں نے اس کو اپنی تذلیل خیال کیا"

ہوسکتا ہے کہ مصنف کی یہ توجیہ صحیح ہو، لیکن جس بزرگ کے والد شاہ محمد غوث راجہ ٹوڈرمل کے لئے تعظیماً کھڑے ہو جاتے تھے، وہ اکبر اعظم کی بیوی اور ولی عہد سلطنت کی ماں کو جو خیر و برکت کے حصول کی خاطر ان کے ہاں آرہی تھی، اپنے گھر رکھنا اپنی تذلیل خیال کریں، کچھ عجیب معلوم ہوتا ہے۔

لیکن اس سے بھی زیادہ عجیب مصنف کا یہ ارشاد گرامی ہے۔

"اور ایمان کا تقاضا بھی یہی تھا۔"

مصنف کا یہ افتار ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔

کتاب کے ملنے کا پتہ یہ ہے۔

پروفیسر محمد مسعود احمد چھورا ل لین، حیدرآباد سندھ۔ سید خطیر الدین شاہ قاسم آباد کالونی کراچی ۱۹

---

## علاجِ خوف و حزن

تالیف ڈاکٹر میر ولی الدین۔ سابق پروفیسر و صدر شعبۂ فلسفہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن۔ ناشر مکتبہ دینیہ، دیوبند یوپی، ضخامت ۱۴۸ صفحے، بڑا سائز، قیمت غیر مجلد ۳ روپے مجلد ۴ روپے

زیر نظر کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے پہلا حصہ خود فاضل مصنف کا لکھا ہوا ہے، اور اس میں غم و حزن و خوف کے جذبات کی نفسیاتی تحلیل کی گئی ہے اور ان کے دفع کرنے کے لئے روحانی و نفسیاتی طریقوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اور دوسرا حصہ ترجمہ ہے امام حافظ ابن ابی الدنیا کا عربی رسالہ الفرج بعد الشدۃ کا۔

امام حافظ ابن ابی الدنیا (۲۰۸ھ - ۲۸۰) نے جس زمانے میں یہ رسالہ لکھا موجودہ

زمانے کی طرح بڑا نازک تھا۔" یہ تیسری صدی ہجری کے وسط کا زمانہ ہے۔ سلطنت عباسیہ کا زوال شروع ہو چکا تھا۔ اہل ملک کی نااتفاقیوں اور دشمنوں کی سازشوں کی وجہ سے اس مملکت اسلامیہ کے اجزا الگ الگ ہو رہے تھے۔ ایک طرف خراسان میں بغاوت پھیل رہی تھی، تو دوسری طرف مصر اپنی آزادی کا جھنڈا بلند کر رہا تھا۔ جنوبی علاقوں پر زنجباری وحشیوں کے حملے شروع ہو گئے۔ روم کے بحری ڈاکو بحر روم کے ساحلوں پر چھاپے مار رہے تھے۔ قرامطہ کا گروہ ملک کے مختلف حصوں میں دہشت انگیزی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ ان سب کے علاوہ آفاتِ سماوی کا نزول بھی تھا...."

جب ظاہری اسباب کے ذریعہ مصائب پر قابو پانا ناممکن ہو جاتا ہے، اور دنیاوی وسائل حالاتِ گرد و پیش کے مقابلے میں مکمل شکست کھا جاتے ہیں، تو پھر انسان اپنے باطن اور اس مادی دنیا سے جو ماوراء روحانی قوتیں ہیں، ان کی طرف رجوع کرتا ہے اور ان سے اپنی بگڑی بنانے کی استدعا کرتا ہے۔ اس سے نہ صرف اسے کامل ادبار و مایوسی کی اس فضا میں قلبی سکون ملتا ہے، بلکہ بار با انابت الی اللہ سے اس کے دکھ درد دور ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو مطمئن محسوس کرتا ہے۔

ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب نے کتاب کے شروع کے کوئی ۵۰ صفحوں میں خوف و حزن کے اسی قسم کے علاج بتائے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک تو ابتلاء انسان کی تقدیر ہے اور مصائب گناہ و بدکاری کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ دوسرے اس کائنات کا کارفرما سراپا حکمت و خیر ہے اور اس کی رضا پر راضی رہنا چاہیئے۔ وہ ابتلاء میں ڈال کر آپ کا بھلا ہی چاہتا ہے بقول فاضل مصنف کے "بعض دفعہ بلا و مصیبت محض تطہیر و تکفیر کے لئے ہی نہیں آتی بلکہ ارتفاعِ درجات اور بلوغ منازل عالیات اس کا مقصد ہوتا ہے۔"

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔ تمام مصیبتوں کی اصل جڑ خوف ہے، اور خوف کا علاج یہ ہے خود شناس بنو۔ عرفان نفس حاصل کرو۔ اپنی حقیقت سے آگاہ ہو جاؤ۔ اس عرفان کا آلہ محض عقل نظری نہیں، اس کے لئے اس عقل کی ضرورت ہے جو بقول اقبال "ادب خوردہ دل ہے۔" موصوف یہ بھی تلقین کرتے ہیں کہ یہ عقیدہ رکھو" نہ صرف حق تعالیٰ ہمیشہ ہمارے ساتھ ہیں اللہ معنا، بلکہ ہماری زندگی میں منشائے الٰہی ہی کی تکمیل ہو رہی ہے" اس سے بقول ان کے "تمہیں خوف و حزن سے کامل رستگاری حاصل ہو جائے گی۔"

آخر میں آپ نے دفعِ خوف وحزن کے لئے دعا کی اہمیت وافادیت بتائی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

"ہماری دعا قضا یعنی تقدیر کو بھی پلٹ سکتی ہے۔ لَا یردّ القضاء اِلّا الدعاءُ۔ (رواہ الترمذی) اسی وجہ سے دعا سے بڑھ کر حق تعالےٰ کے ہاں کوئی چیز بزرگ تر نہیں۔ لیس شیءٌ اکرمَ علی اللہ من الدعا (رواہ الترمذی وحسنہ) بہرحال دعا مومن کا ہتھیار ہے اور کسی صورت میں اس کو ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔۔۔۔"

حافظ ابن ابی الدنیا نے بھی جن کے رسالے کا ترجمہ زیرنظر کتاب میں شامل ہے، مصائب وآفات پر قابو پانے کی یہی راہ تجویز فرمائی ہے۔ انہوں نے بڑی تفصیل سے ایسے آثار وروایات بیان کی ہیں، جن میں دعاؤں سے مصائب کے بادل چھٹ گئے، اور جہاں ہلاکت یقینی تھی وہاں سلامتی کی راہ نکل آئی۔ چونکہ فاضل مصنفؒ ان کو اس بات کا یقین تھا کہ تزکیہ نفس وتصفیہ قلب کے بعد حق تعالیٰ مومن کے کامل طور پر ولی، مولیٰ ونصیر ہو جاتے ہیں۔ ان کی نصرت اس کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ اور ان ہی حقائق کی طرف وہ اپنے مسلمان بھائیوں کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ دفعِ خوف وحزن کے لئے ماثورہ دعائیں، وہ دعائیں جو اولیائے عظام کو الہام ہوئی ہیں، اس عہد کے قصص وروایات اور چند دلچسپ واقعات اور بعض موثر اشعار سے انہوں نے اپنے رسالہ میں کام لیا ہے۔ اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے ہیں۔

یہ سب کچھ بجا، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ مسلک حالات کی سنگینی کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے مترادف نہیں، اور کیا اس کا نتیجہ فراریت اور بے عملی کے سوا کچھ اور نکل سکتا ہے۔

(ا۔ س)